عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی أما بعد

وما أرسلناك إلا رحمة للعالمین۔

ملی ہے روشنی سورج کو انکے کے روئے روشن سے

کو ان ہی کے خاکِ پا سے چاند تارے جگمگاتے ہیں

زمیں تو پھر رہی ہے آسماں کے چاند کو دیکھو

ابھی تک اس میں انگلی کے اشارے جگمگاتے ہیں

نبی پاک اور اصحاب رضی اللہ عنہم کی محفل کا کیا کہنا

جیسے چاند ہے اور گرد تارے جگمگاتے ہیں

معزز سامعین کرام! طاؤسِ جلسہ! یہ پہلا موقع ہے کہ آپ کے سامنے حاضر ہوا ہوں، آپ حضرات نے میرا شکریہ ادا کیا؛ لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں اس شکریے کا مستحق نہیں ہوں ؛اس لیے کہ میں جو یہاں حاضر ہوا ہوں ، وہ ایک فرض کو انجام دینے کے لئے حاضر ہوا ہوں؛ اس لیے کہ حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً" میری بات پہنچاؤ، چاہے ایک بات ہی کیوں نہ ہو۔

تو حقیقتاً نہ میں شکریہ کا مستحق ہوں اور نہ آپ شکریہ کے مستحق ہیں ؛اس لیے کہ میں دین کی بات پہنچانے کے لئے حاضر ہوا ہوں، یہ میرا فرض ہے اور آپ دین کی بات

سننے پر کے لیے حاضر ہوئے ہیں، اس کی وجہ سے کوئی شخص شکریہ کا مستحق نہیں ہوتا، مثال کے طور پر دیکھئے! ایک شخص نے نماز پڑھی، تو آپ اس کو یہ نہیں کہیں گے کہ آپ کا شکریہ اور احسان ہے کہ آپ نے نماز پڑھی، اس وجہ سے کہ نماز کا پڑھنا فرض ہے، اس آدمی نے فرض ادا کیا، اور فرض ادا کرنے سے شکریہ کا مستحق کیسے ہوگا؟ حاصل کلام یہ کہ مستحق نہ میں ہوں اور نہ آپ؛ بلکہ شکریے کی حقیقتاً مستحق اللہ رب العزت کی ذات ہے کہ اس نے ہمیں یہاں جمع ہونے کی توفیق دی۔

آج میں آپ حضرات کے سامنے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کچھ باتیں رکھوں گا، اور سرکارِ دو عالم کی حیات طیبہ کے متعلق خصوصیت سے کروں گا۔ حضرات! آپ جانتے ہیں کہ آج کا دن عالم انسانیت کی تاریخ کا اہم ترین دن ہے، اور سب سے بڑا دن ہے اور جب سے یہ دنیا قائم ہوئی ہے، اُس وقت سے لے کر قیامت کے قائم ہونے تک اگر کسی زمانے کو بالاتفاق قابل فخر سمجھا جاسکتا ہے تو وہ صرف اس برگزیدہ ذات کا دور ہے، جس نے خود یتیم ہوتے ہوئے سسکتی انسانیت کے سر پر ہاتھ رکھا، یعنی انسانیت موت کے گھاٹ پر پہنچ چکی تھی، اس سے بچا لیا اور جس نے اپنی غربت وافلاس کے باوجود انسان کو غنی بنا دیا، اور جس نے کسی انسان کے سامنے زانوئے ادب طے کیے بغیر اپنے علم وفضل سے دنیا بھر کے فلسفیوں اور صاحبانِ عقل کو حیرت میں ڈال دیا، اور جس نے بداخلاقیوں کو حسن اخلاق سے، بے حیائی کو شرم وغیرت سے ظلم کو عدل وانصاف سے، دشمنی کو دوستی سے، شرک کو توحید سے، اور گمراہی کو ہدایت سے بدل دیا، جس کو سارے جہاں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا، جس نے اپنی سچائی امانت اور شرافت

سے اپنے جانی دشمنوں تک کے دل کو موم کر دیا، اور جو اپنے دیے ہوئے بہترین اصولوں کی وجہ سے مشرق سے مغرب تک، شمال سے جنوب تک بسنے والوں کا محبوب اور مطلوب ہے، اس ذات گرامی سے میری مراد حضور اقدس سرورِ کائنات، محسن انسانیت، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔ حضرات! اُس مقدس ذات کی مبارک زندگی پر روشنی ڈالنے سے پہلے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ سرزمین عرب کے سماجی، معاشرتی اور اخلاقی حالات پر ایک نگاہ ڈالی جائے۔

کون نہیں جانتا تھا کہ آج سے تقریبا چودہ سو برس پہلے جزیرہ عرب کی حیثیت دنیا کے نقشے پر ایک بے حقیقت داغ سے زیادہ نہیں تھی، تعلیم سے بے بہرہ، تہذیب سے نا آشنا، اخلاق سے کوسوں دور، درختوں اور پیڑوں کی پوجا کرنے والی عرب قوم، اپنی جہالت میں بے مثال تھی، چھوٹی چھوٹی معصوم بچیوں کو زندہ دفن کر دیا کرتے تھے، غلاموں اور عورتوں کی پوزیشن ان کے سماج میں جانوروں سے زیادہ نہ تھی، معمولی معمولی باتوں پر لڑتے تھے، اور سینکڑوں سال تک خاندانی اور قبائلی جنگ ہوا کرتی تھی، کئی کئی سگی بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں رکھنا، عورت کو عورت ہونے کے جرم میں وراثت سے محروم رکھنا، ایسی لعنت تھی جس پر اہل عرب فخر کیا کرتے تھے، ان کی جہالت کوئی کہاں تک بیان کرے، خدا رحم کرے۔

علامہ.....صاحب نے چند لفظوں میں ان کی جہالت کا اور چوپائے پن کا نقشہ کھینچ کر رکھ دیا ہے۔

وہ تھے قتل وغارت میں چالاک ایسے

درندے ہوں جنگل میں بے باک ایسے

نکلتے تو ہرگز جواڑ بیٹھتے تھے

سنبھلتے نہ تھے جب جھگڑ بیٹھتے تھے

حضرات! یہ تو آپ نے عرب کی جہالت کے حالات سنے، اب آیئے !اس وقت ہندوستان کی کیا حالت تھی؟ اسے بھی سن لو! ہندوستان بھی اس وقت اپنے باشندوں کی بداخلاقیوں کی وجہ سے جہنم بنا ہوا تھا، چناں چہ ہندوستان کا ممتاز مورخ آر سادے نے اس کا بھیانک نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے،مہا بھارت کی جنگ کے بعد بالکل ویران ہوگیا تھا، کہا جاتا ہے کہ جنگ 400 سال تک چلتی رہی اور سارے ملک میں کوئی شخص ایسا نہ تھا جس نے کبھی کسی فریق کی طرف سے حصہ نہ لیا ہو، الغرض مشرق ومغرب میں، خشکی وتری میں، ہر طرف کفروشرک کی اندھیری چھارہی تھی، فسق وفجور کی آندھیاں چل رہی تھیں، ظلم وستم کے طوفان اٹھ رہے تھے، شیطان کا سیاہ پرچم لہرارہا تھا، ایمان کی شمع گل ہوچکی تھی، انسانیت کا گلشن تاراج ہو چکا تھا، آخلاق کے سُوتے خشک ہو چکے تھے، تہذیبِ محفل اُجڑ چکی تھی، اور مخلوق اپنے خالق سے بچھڑ چکی تھی، انسانوں کے اپنے کرتوتوں کی وجہ سے خشکی اور تری میں ہر طرف فساد وبگاڑ کا دور دورہ تھا؛ لیکن قربان جایئے اس رحیم کریم ذات پر، جس نے چن چن کر عرب کی ان جاہلانہ رسوم کو ختم کیا، ان کو شرم وحیا کا درس دیا، غلاموں اور عورتوں کے حق کے بارے میں اہل حق کو مالک حقیقی سے ڈرایا، عورت کو وراثت کا حق دلایا، جو انسان ایک دوسرے کے خون کے پیاسے

تھے ان کے اندر ایثار و قربانی کی روح پھونکی، اور ان کو آپس میں اس طرح شیر و شکر کر دیا کہ ان کی محبت اور خلوص آج ہمارے لیے مشعل راہ ہے؛ بلکہ نمونہ عمل ہے۔

حضرات رات آپ سوچتے ہوں گے یہ عظیم الشان انقلاب آپ نے کس طرح برپا کیا، آیئے ! میں آپ کو اس کی وجہ بتاتا ہوں، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مبارک زندگی کا منشا اور مقصد دنیا کی دولت سمیٹنا، دنیا کی حکومت حاصل کرنا، یا آج کل کے کرسی پسند حضرات کی طرح ناموری حاصل کرنا نہیں ہے، یہی وجہ ہے آپ نے لوگوں کے سامنے ایک خدا کی ذات کی عبادت اور اپنی رسالت کا اقرار کیا، اور ان کو بتایا کہ تمہارے یقین اور تمہاری محنتیں خدا کی ذات اور اس کے پسند کیے ہوئے دین سے ہٹ کر اس کے غیر پر آ گئے ہیں، اس طرح کا شخص ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتا کہ جو جانوروں کی طرح زندگی گزارنا چاہتے ہوں، تو اہل عرب کے باطل عقائد پر ایک زبردست چوٹ لگی اور ان کو اپنی جہالت و کفر و شرک اور بداخلاقی پر کھڑی ہوئی عمارت گرتی ہوئی نظر آنے لگی، یہ آپ کا اخلاقی کام تھا اور اخلاقی کام کرنے والے حضرات ان تمام نزاکتوں سے بہ خوبی واقف ہیں اور ان مشکلات کو خوب جانتے ہیں جو اس راہ میں پیش آتی ہیں، اس تہذیب اور ترقی کے دور میں آپ کوئی اصلاح کا کام شروع کر کے دیکھئے ! تو آپ کو اندازہ ہو جائے گا، کہ آپ کے کتنے دشمن پیدا ہو جاتے ہیں، اور جب اس ترقی کے دور میں یہ حال ہے تو عرب کی بگڑی ہوئی قوم جو برسہا برس سے جہالت کی زندگی گزار رہی تھی اس نے جو کچھ بھی کیا ہو کم ہے، چناں چہ انہوں نے ایک طرف تو یہ کیا کہ ان کے بہت سے سردار مل کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا ابو طالب کے پاس آئے اور کہا:

تمہارا بھتیجا ہم کو اپنے باپ دادا کے طریقے سے ہٹا کر نئے دین پر لانا چاہتا ہے، اور ہمارے معبودوں کو باطل ٹھہراتا ہے، غلاموں اور عورتوں کے بارے میں ہمارے حق چھین کر ان کو اونچا مقام دینا چاہتا ہے، تم ان کو سنبھالو! سمجھ جائیے، ورنہ اچھا نہیں ہوگا، اور دوسری طرف کفارِ عرب کا ایک نمائندہ آپ ﷺ کی خدمت میں آیا اور خطاب کر کے کہا: اے محمد بن عبداللہ! اگر آپ دولت کے خواہشمند ہیں تو ہم سارے عرب کی دولت آپ کے قدموں میں ڈالنے کے لیے تیار ہیں؛ اگر آپ حکومت چاہتے ہیں تو ہم آپ کو سارے عرب کا سردار تسلیم کرتے ہیں؛ اگر آپ کسی حسینہ سے شادی کرنا چاہتے ہیں تو ہم سب آپ کو اپنی بیٹیاں پیش کرنے کے لیے تیار ہیں، جس سے آپ چاہیں شادی کر لیں؛ لیکن ہم اس کو گوارا نہیں کر سکتے آپ کھلے طور پر ہمارے بتوں کا مذاق اڑائیں، اور ہمارے باپ دادا کے طریقے کے خلاف کسی نئے طریقے کی دعوت دیں، چنانچہ ابو طالب نے سرکار دو عالم ﷺ کو بلایا، سرکار بڑی سنجیدگی سے چچا ابو طالب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو چچا ابو طالب نے فرمایا: پیارے بھتیجے! اگر تو خدا کی تبلیغ کو چھوڑ دے اور بت پرستی کی مخالفت سے باز آجائے تو تمہاری قوم تم سے خوش ہو جائے اور تمہاری مخالفت بند کر دے، کیونکہ سارا جھگڑا تو غیر اللہ کی عبادت اور پرستش سے منع کرنے سے پیدا ہوا ہے؛ ورنہ یہی وہ قوم ہے جو تم سے محبت کرتی تھی، تمہاری تعریف کرتی تھی، صادق الامین کہہ کر پکارتی تھی؛ بلکہ تمہارے نام پر فخر کرتی تھی؛ لیکن اب اپنے اور بیگانے سب کے سب کیوں مخالف ہو گئے، اس پر تم کو غور کرنا چاہیے کہ تم نے جو کچھ صفا کی پہاڑی پر کہا تھا عرب اس کو ماننے کو تیار نہیں ہیں، اور مانتے بھی

کیسے! وہ تو تعجب سے یوں کہتے تھے کہ کیا تمام معبودوں کو چھوڑ کر صرف ایک معبود پر پڑے رہیں گے، نبی کریم نے چچا ابو طالب کی تمام باتیں سن کر فرمایا: اگر میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند رکھ دیا جائے، تب بھی میں خدا کی توحید اور تبلیغ کو ترک کرنے والا نہیں ہوں، آپ نے یہ جملہ بارہا سنا ہوگا۔

لیکن شاید ہی اس کی حقیقت تک پہنچے ہوں گے، آج ان شاء اللہ تمہارے سامنے اس کی حقیقت کھول کر رکھوں گا، آپ جانتے ہیں سورج میں گرمی ہوتی ہے اور ایک قسم کی سختی ہوتی ہے، اب سرکار کا جذبہ یہ ہے کہ اگر میرے داہنے ہاتھ میں سورج کو لا کر رکھ دیا جائے، تب بھی میں اس تعلیم کو چھوڑنے والا نہیں ہوں، دوسرے لفظوں میں سرکار نے یوں فرمایا کہ اگر دنیا بھر کی سختیاں مجھ پر لا کر جمع کر دی جائیں تب بھی میں اس تعلیم کو چھوڑنے والا نہیں ہوں، چاند کے اندر برودت ہوتی ہے، ٹھنڈک ہوتی ہے، نرمی ہوتی ہے تو گویا سرکار نے دوسرے الفاظ میں یوں فرمایا کہ نرم سے نرم قسم کے معاملے میرے ساتھ کیے جائیں، اور چاہے دنیا بھر کی لالچ دی جائے؛ لیکن میں اس تبلیغ کو تو چھوڑنے والا نہیں ہوں۔

دیکھیے! سرکار نے دو جملے فرمائے ہیں، اور ان دونوں جملوں سے سرکار نے حکومت وسلطنت وزارت، عہدہ، مال دولت، جواہرات، سونا، چاندی اور حسین وجمیل عورت کے حسن سب کو ٹھکرا دیا، کبھی آپ نے سوچا! اس کی وجہ کیا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ سرکار جن تعلیمات کو لے کر آئے تھے ان تعلیمات کا رتبہ اتنا بلند و بالا ہے کہ اس کے سامنے دنیا کی حکومت وسلطنت مال و دولت سب ہیچ ہے، اور حسینہ کا حسن بھی شرمندہ ہے، چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ

جن لوگوں نے آپ کی تعلیمات کو اپنایا، قیصر و کسریٰ کے خزانوں نے ان کے قدم چوم لیے۔

اب آیئے! اسلامی تعلیمات کی اہمیت بتلانے کے واسطے میں آپ کے سامنے نمونہ کے طور پر ایک حکم لکھنا چاہتا ہوں جس سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ اسلامی تعلیم کتنی بلند ہے، اور یہ اس وجہ سے میں چاہتا ہوں ہو کہ ہماری آج کل کی دنیا میں کچھ ایسے عقلمند انسان جیا کرتے ہیں جن کے سروں پر مسلم...... پرسن لو......کا بھوت ہمیشہ سوار رہتا ہے، کوئی ان سے جا کر پوچھے کہ آمنہ کے یتیم کی لائی ہوئی تعلیم کو تم نے کیا سمجھ رکھا ہے؟ دیکھیے! شریعت اسلامیہ نے حکم دیا کہ ایک مرد اپنے نکاح میں ایک ساتھ زیادہ سے زیادہ چار عورتیں رکھ سکتا ہے، دوسری طرف دیکھئے کہ یہ حکم دیا کہ کوئی مرد غیر عورت کے ناخن کو بھی شہوت کی نظر سے نہیں دیکھ سکتا، اگر شہوت کی نظر سے دیکھا تو قیامت کے دن لوہے کی سلاخیں گرم کی جائے گی اور اس سے آنکھوں کو سرمہ لگایا جائے گا، اگر کوئی شخص زنا کرتا ہے اور وہ بے شادی شدہ ہے تو شریعت اسلامیہ نے حکم دیا کہ ایسے شخص کو سو کوڑے لگائے جائیں، اور اگر وہ شادی شدہ ہے تو اس کو پتھر مار مار کر ختم کر دیا جائے، تو دیکھیے! شریعت اسلامیہ نے ایک طرف اتنی سختی کی کہ غیر عورت کا ناخن بھی شہوت سے کی نظر سے نہیں دیکھ سکتا، دوسری طرف ترقی سے کام لیا کہ اگر ایک عورت سے شہوت پوری نہیں ہو سکتی تو دو سے شادی کرے، اگر دو سے بھی شہوت پوری نہیں ہوتی تو تین سے، اور اسی طرح چار سے، تو گویا ایک طرف بالکل دروازہ بند کر دیا کہ کوئی زنا تو کیا کرے، غیر عورت کا ایک ناخن بھی شہوت کی نظر سے نہیں دیکھ سکتا، اور...... مسلم پرسن لو...... کہ جہاں چاہے اپنی خواہش پوری کر سکتا ہے، پھر چار عورتوں

کی ضرورت کیا ہے؟ یہ برسر عام جانوروں کی طرح اپنی خواہش پوری کرنا چاہتے ہیں؛ لیکن مسلمانوں ! چاقو جیب میں رکھنا ، اگر کہیں ماں بہنوں کی عزت لٹتے دیکھو تو کود پڑنا ؛ اگر مر گئے تو خدا کی قسم سب سے پہلے جنت میں پہنچو گے، آپ نے دیکھا ! اسلامی تعلیم کتنی بلند ہے؛ لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہیے حکیم نے ایک نسخہ ایسا بنایا کہ جس میں سونا چاندی کا استعمال کیا اب وہ نسخہ ایسا تیار ہوا کہ اگر اس کا ایک گرام کھایا جائے تو سو گرام خون یوں پیدا ہو جائے ، لیکن اگر کوئی شخص اسے استعمال ہی نہ کرے نہیں کرتا ہے تو کیا فائدہ ہوگا ، اس طرح اسلامی تعلیمات بہت بلند ہے، جس نے اس کو اپنایا اسی کا فائدہ ہوگا؛ لیکن عمل اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ یہ علم نہ ہو، معلوم ہوا کہ سب سے پہلے علم حاصل کرنا چاہیے؛ اگر علم حاصل نہ کیا تو یاد رکھو مسلمانوں ! ایمان کا باقی رہنا بڑا مشکل ہے، اس لیے ہندو لوگ خصوصا چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کو ان کے دین سے ہٹادیں، قرآن میں فرمایا گیا "یَرُدُّوْنَکُم عَنْ دِیْنِکُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوا" اگر ان کا بس چلے تو تم کو اپنے دین سے ہٹا دیں، اس مناسبت سے ایک قصہ سن لیجیے! تین ڈاکو جمع ہو گئے دیکھا کہ ایک دیہاتی بکری کے بچے کو لے کر جارہا ہے، تینوں نے سوچا کہ کس طرح اس بکری کے بچے کو چرانا ہے، تو انہوں نے مشورہ کیا، صوفیت کا لباس اختیار کیا اور راستے پر کچھ فاصلہ دور ہو کر بیٹھ گئے، جب دیہاتی ایک قریب سے گزرا تو سلام کیا، اس کا جواب دیا، دیہاتی کہنے لگا: اللہ کا شکر ہے آج آپ جیسے بزرگ کی ملاقات ہوگئی، چون وچرا کے بعد بزرگ صاحب کہنے لگے : کہ ارے ! آپ اس کتیا کے بچے کو کہاں لے کر جارہے ہو؟ تو دیہاتی کہنے لگا: یہ تو بکری کا بچہ ہے، وہ بزرگ صاحب

کہنے لگے: میری آنکھیں کہہ رہی ہیں کہ کتیا کا بچہ ہے، اسی طرح وہ دیہاتی دوسرے دو کے پاس سے گزرا اور ایسا ہی معاملہ پیش آیا؛ حتیٰ کہ اس کو یقین ہو گیا کہ ہو نہ ہو یہ کتیا کا بچہ ہے، چنانچہ وہ بچے کو چھوڑ کر چلا گیا، یہ لوگ منتظر تھے، بڑے مزے لے کر اس بچے کو کھایا، تو حضرات! اگر علم دین شامل نہ کیا گیا تو یہ یہود و نصاریٰ ہم کو اسی طرح دھوکا دیں گے جس طرح ڈاکوؤں نے دیہاتی کا گل کھلایا، تو بزرگوں! اسلامی تعلیمات بہت بلند و بالا ہے، اس کو شامل کرنا چاہیے، اور اپنایا جائے، آپ کو معلوم ہے کہ دنیا کی حکومتیں قانون بناتی ہیں؛ لیکن پانچ سال نہیں گزرتے کہ ان کو بدلنا پڑتا ہے یہ اس وجہ سے کہ یہ قوانین عقل سے بنائے گئے ہیں اور عقل چاہے کتنی ہی پختہ کیوں نہ ہو مگر کہیں نہ کہیں ضرور غلطی کرتی ہے، لیکن اسلامی قوانین عقل سے نہیں نکالے گئے ہیں؛ بلکہ یہ آسمانی احکام ہے، خدا کے بنائے ہوئے احکام ہیں، اور خدا تعالی علیم اور حکیم ہے، یہاں غلطی کا امکان ہی نہیں ہو سکتا، اسی وجہ سے سرکار دو عالم ﷺ اعلان فرمایا تھا "عَلیٰ بَصِیۡرَۃٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیۡ" تو دنیا کے قانون پانچ پانچ سال میں بدلتے ہیں؛ مگر اسلامی قانون آج سے چودہ سو سال ہو گئے مگر اس کا ایک حرف بھی نہیں بدلا، اور خدا کی قسم! قیامت تک نہیں بدلے گا، چنانچہ اس کو قرآن کریم نے جا بجا مختلف انداز سے چیلنج دیا۔

سرکار دو عالم ﷺ نے چچا ابو طالب کو سب کے سمجھانے پر فرمایا تھا کیکہ بھتیجے اس تعلیم کو چھوڑ دو، تمہاری قوم تمہاری مخالف ہو جائے گی، اس کے جواب میں فرمایا تھا کہ میرے داہنے ہاتھ میں چاند اور بائیں ہاتھ میں سورج لا کر رکھ دیں، پھر بھی میں اس تعلیم

سے باز نہیں آنے والا ، اب اس جملے کے بعد ابو طالب سے کیا گفتگو فرمائی ، نبی ﷺ نے اس جملے کے بعد فرمایا: کہ چچا جان! میں نے ان لوگوں کو بارہا سمجھایا ہے کہ میں تم سے کوئی مزدوری نہیں چاہتا ہوں ، اللہ کے ہوتے ہوئے اس کی سرزمین پر غیر کے عبادت نہ ہونی چاہیے، اور چچا جان! میرا پیغام کوئی نیا نہیں ہے، اور نہ میں کوئی نیا رسول ہوں؛ بلکہ مجھ سے پہلے بھی دنیا میں خدا کے بہت سے رسول آتے رہے، میرا بھی وہی طریقہ ہے جو اُن کا تھا، جو اعلان حضرت موسیٰ کلیم اللہؑ نے طور کے مغربی جانب سے پہاڑیوں پر کیا تھا، جو اعلان عیسیٰ روح اللہؑ نے ماں کی گود سے کیا تھا، جو اعلان ابراہیم خلیل اللہؑ نے ایک ظالم و جابر بادشاہ کے سامنے کیا تھا، وہی اعلان میں نے پہاڑی پر سے اور فاران کی چوٹی پر سے کیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ باتیں چچا ابو طالب کے سامنے بیان کر رہے تھے تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے تو سید الاولین والآخرین محبوب رب العالمین ﷺ نے فوراً فرمایا: چچا جان! میں جانتا ہوں کہ آپ کے لیے بھی تکلیفیں ہیں، اور لوگ آپ کو مجبور کرتے ہیں ؛لیکن تبلیغی احکام کے مقابلے میں انسانی مجبوری کوئی اہمیت نہیں رکھتی ، اور چچا جان! دیکھیے! اس وقت پوری دنیا کے اوپر جہالت ،ضلالت اور تاریکی کی چادر اس طرح پھیلی ہوئی ہے جیسے رات کی اندھیری پھیل جاتی ہے، انبیاء کی مقدس تعلیمات سے لوگ بالکل ناواقف ہو چکے ہیں، اور جہالت کی انتہا یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے جو گھر خدا کے عبادت کے لیے بنایا تھا آج لوگوں نے اس کو بت پرستی کا گھوارہ بنا رکھا ہے، اس میں 360 بت رکھے ہیں، چچا جان آپ ہی بتائیے !ایسی حالت میں کس طرح خاموشی برتی جائے اور

احکامِ خداوندی کی تبلیغ سے کیوں کر چشم پوشی کی جا سکتی ہے، یہ حق کی آواز ہے اس کو باطل سے نہیں دبایا جا سکتا، یہ آواز دنیا کے گوشے گوشے اور چپے چپے میں پہنچ کر رہے گی؛ تا کہ کوئی شخص قیامت کے دن یہ نہ کہہ سکے کہ خدا! مجھ کو تیرا پیغام نہیں پہنچا، میری بات کو چاہے کوئی قبول کرے یا نہ کرے میں اس کا ذمے دار نہیں ہوں، میرا کام صرف اس روحانیت کے پیغام کو خدا کی مخلوق تک پہنچا دینا ہے، تا کہ خدا کی حجت دنیا پر قائم ہو جائے ''لِئَنْ لَا یَکُوْنَ عَلَی اللہِ حُجَّۃٌ''۔

چچا ابو طالب نے ان تمام باتوں کو سن کر فرمایا کہ میرے پیارے بھتیجے! میں تیرے کام میں دخل اندازی نہیں کرتا، خدا نے جس کام کے لیے تجھے مبعوث کیا ہے اس کو پورا کر! خدا تیری مدد کرے گا، جب تک میں زندہ ہوں، تب تک کوئی تیرا بال بیکا نہیں کر سکتا، یہ تھی سرکارِ دو عالم ﷺ کی عزم و ارادے کی پختگی! کہ چچا ابو طالب کو منٹوں میں سمجھا دیا، اب تک آپ نے سرکار کی روحانیت اور ثابت قدمی کے متعلق کچھ گفتگو سنی آیئے! اگر'' وَمَا أَرْسَلْنَاکَ إِلَّا رَحْمَۃً لِلْعَالَمِیْنَ'' کا نقشہ دیکھنا چاہتے ہو تو تھوڑی دیر کے لیے طائف کی گلیوں میں چلیے۔

سرکارِ دو عالم ﷺ پوری محنت اور جوانمردی کے ساتھ اہل مکہ کو تعلیم کرتے رہے اور ان کو سمجھاتے رہے اور انہوں نے ظلم و ستم کے پہاڑ آپ کے سر پر لا کر توڑے؛ لیکن اس ذات کو چین کس طرح ہو سکتا تھا جس کی جان صرف اس وجہ سے نکلی جاتی تھی کہ لوگ خدا کے حکم کو مانتے نہیں، ''لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَفْسَکَ عَلٰی آثَارِھِمْ إلخ'' چنانچہ سرکار مکہ سے نکل گئے،

اور طائف کی گلیوں میں پہنچے، وہاں کے بڑے بڑے سرداروں کو سمجھایا انہوں نے بھی آپ کی بات کو نہیں مانا، اور ظلم یہ کیا کہ آپ کے پیچھے شہر کے بچے اور کتوں کو لگا دیا، پھر کیا دیکھنا تھا! تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ پتھراؤ شروع ہو گیا، چند ہی منٹ گزری تھی کہ سرکار دو عالم ﷺ کا جسم مبارک خون خون ہو گیا، جسم مبارک لہولہان ہو گیا، جوتیاں مبارک خون سے لبریز ہو گئیں، آپ ﷺ اس بے کسی کی حالت میں تھے، اپنے دست مبارک اٹھائے اور دعا کی، اے اللہ! اپنی بے بسی اور ناتوانائی کی فریاد تجھ ہی سے کرتا ہوں۔

حضرات! میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اس مقام پر اگر دنیا کا کوئی بادشاہ ہوتا اور کسی گاؤں کے لوگ اس بادشاہ سے وہ سلوک کرتے، جو سرکار سے کیا گیا، اس کے تو بعد بادشاہ کے سامنے اس کی ملٹری حاضر ہوتی اور وہ کہتی کہ جہاں پناہ! حکم دیجیے، ہم آپ کے حکم کے منتظر ہیں جو بھی حکم دیں گے ہم اس کو جی جان سے بجا لاتے ہیں، تو بادشاہ کیا حکم دیتا؟ یہی تو کہ تمام لوگوں کو پکڑ پکڑ کر ختم کر دو، ایک بھی بچنا نہ چاہیے؛ لیکن اس طرف دیکھیے کہ سرکار صرف دنیا کے بادشاہ نہیں؛ بلکہ شہنشاہ دو عالم ہیں، آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا گیا کہ دنیا کے انسانوں میں سے کسی انسان کے ساتھ ایسا معاملہ نہیں کیا گیا، خود سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا: جس قدر مجھے تکلیف دی گئی کسی اور نبی کو نہیں دی گئی۔

اس حدیث کو سمجھنے سے پہلے بطور تمہید کے ایک بات آپ کو سمجھنا ہو گی کہ اذیت کے درجات متفاوت اور الگ الگ ہیں؛ اگر بیٹا باپ کو مارے اس کی حیثیت اور ہے، باپ بیٹے کو مارے اس کی حیثیت اور ہے، مثال کے طور پر سمجھو ایک شخص کو اپنے بیٹوں میں سے

ایک بیٹے کے ساتھ بہت محبت ہے، باپ ہر وقت اس کی فکر میں ہے کہ میرے پیارے بیٹے کو کسی طرح بھی تکلیف نہ پہنچے، اب اگر یہی بیٹا باپ کو تکلیف پہنچائے اور غیظ و غضب میں آکر باپ کو مارے تو آپ ہی بتائیے کہ باپ کو کس قدر تکلیف پہنچے گی، اب میں آپ کو یہ بتاؤں گا کہ باپ کو بیٹے کے ساتھ جس کا قدر محبت اور شفقت ہوسکتی ہے، اس سے کہیں زیادہ محبت و شفقت سرکارِ دو عالم کو اپنی امت کے ساتھ تھی، آپ ہر وقت اس فکر میں رہتے تھے کہ جس طرح ہوسکے میری امت مسلمان ہوجائے، اور اس فکر کا بعض دفعہ ایسا غلبہ ہوتا تھا کہ جب امیدیں پوری نہ ہوتی تھی تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ شاید اس صدمے کی وجہ سے آپ کی وفات ہوجائے گی، اس لیے بسا اوقات حضرتِ حق کی طرف سے آپ کی تسلی و تشفی کی جاتی تھی اور جن الفاظ میں تسلی کی جاتی تھی ، ان سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ انتہائی بے قراری کے عالم میں مبتلا ہیں، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے، ”فَلاَ تَذْھَبْ نَفْسُکَ عَلَیْھِمْ حَسَرَاتٍ“ کہیں ان کا غم اٹھائے اٹھائے آپ کی جان نہ جاتی رہے اور ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے کہ ”فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَفْسَکَ إلخ“ اس فکر میں کہ کافر ایمان نہیں لاتے، ایسا نہ ہو کہ آپ لوگوں کو زبردستی مسلمان بنانا چاہتے ہیں، سورہ حجر میں آپ کو تسلی کا سامان ان الفاظ میں تیار کیا ہے ”وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّکَ یَضِیْقُ صَدْرُکَ“ ان کفار کے استہزاء اور گستاخی سے آپ کو جو تکلیف ہوتی ہے اور آپ کا سینہ جن باتوں سے تنگ ہوتا ہے اس سے ہم باخبر ہیں، آپ اپنے رب کی تحمید و تسبیح کیا کیجئے اور یہ سجدہ بندہ کو ہم سے بہت ہی قریب کر دیتا ہے۔

آپ نے دیکھا کہ سرکار دو عالم کو اپنی امت کے ساتھ کتنی محبت تھی کہ کسی باپ کو

بیٹے کے ساتھ نہیں ہوسکتی ،ایک طرف آپ کو امت کے ساتھ اتنا گہرا تعلق ،دوسری طرف آپ نے دیکھا کہ طائف کی گلیوں میں آپ کا سر مبارک زخمی کیا گیا،جسم مبارک کو لہولہان کیا گیا؛ اگر دنیا کا کوئی بادشاہ ہوتا تو یہ حکم دیتا کہ ایک ایک کو ختم کیا جائے،لیکن اس طرف دیکھیے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا کے بادشاہ نہیں تھے؛ بلکہ شہنشاہ دو عالم تھے اور دنیا کی ملٹری نہیں! خدا کی ملٹری کا داروغہ حاضر ہوا ،اور عرض کیا کہ سرکار! خدا کی اجازت لے کر آیا ہوں؛ اگر حکم ہوتو ہواس قوم کو دونوں پہاڑوں کے بیچ میں اس طرح پیس دوں،جس طرح دلنہ پیسا جاتا ہے، اب سرکار ہاتھ اٹھاتے ہیں اور زبان مبارک سے جو جملہ نکلا ہے؛ اگر اس کو ایک پلڑے میں،اور سات زمین وآسمان ایک پلڑے میں رکھے جائیں تو خدا کی قسم! سرکار کا جملہ جس پلڑے میں ہوگا وہی جھک جائے گا آپ کا جملہ کیا تھا! آپ نے فرمایا: ”اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ“ اللہ اس قوم نے مجھے اس وجہ سے تھوڑی ستایا کہ میں تیرا نبی ہوں؛ بلکہ اس وجہ سے ستایا کہ وہ بے چارے جانتے ہی نہیں؛ اگر جانتے ہوتے تو ایسا نہ کرتے ،اے اللہ! انہوں نے یہ معاملہ انجانے میں کیا ہے؛ اس لیے ان کو معاف کردے!

حضرات! بتایئے، یہ سفارش کس کے لیے ہورہی ہے، ان کے لیے جنہوں نے آپ کے جسم مبارک کو لہولہان کیا، ایسے کریمانہ اخلاق والا انسان آپ دنیا میں دکھا سکتے ہیں ہرگز نہیں۔

محترم حضرات! آپ نے ابھی تک سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحانیت اور اپ کی ثابت قدمی کے متعلق کچھ گفتگو سنی؛ لیکن آپ کو معلوم ہے کہ گلدستوں کا کمال یہ ہے کہ اس

میں مختلف قسم کے پھول ہوں؛ لہذا اب آپ بتایئے سرکار دو عالم ﷺ کمال و جمال اور نوال، اب دیکھئے کمال تو ایسی چیز ہے کہ آدمی خود بخود اس سے محبت کرنے پر مجبور ہوتا ہے، اس کے کریکٹر کو دیکھتے ہوئے معمولی سا کھیل ہے؛ لیکن اس میں جب کوئی کمال حاصل کرتا ہے اس کا نام لے کر پھرتے ہیں، ''لو سلیم نوٹیس'' آپ نے دیکھا کہ معمولی سا کھیل ہے؛ لیکن اس میں جب کوئی کمال پیدا کر لیتا ہے تو لوگ اس سے محبت کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں، تو سرکار دو عالم ﷺ کے کمالات کا تو پوچھنا ہی کیا؟

دوسرا سبب احسان ہے، جب آدمی پر کسی کا احسان ہوتا ہے تو اس کا غلام بن جاتا ہے ''الانسان عبد الاحسان، هل جزاء الاحسان الا الاحسان'' اور متنبی کہتا ہے جو شخص احسان کو پاتا ہے تو اس کی قید میں جکڑ جاتا ہے۔

تیسرا سبب جمال ہے یعنی خوبصورت ہے، اور اس کے بارے میں تو کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہے، اس کی تفصیل سنئے کہ اگر کسی کا کمال محبت کا سبب بنتا ہے تو سرکار دو عالم ﷺ اس کے زیادہ مستحق ہیں کہ ان سے محبت کی جائے، اس وجہ سے کہ سرکار کو جو کمالات حاصل ہیں وہ دنیا کے کسی انسان کو حاصل نہیں ہے چنانچہ یاد کیجئے شب معراج میں سرکار کے نعلین مبارک جہاں تک پہنچی ہے وہاں تک نہ کوئی بڑا پہنچا، اور میں کوئی مغرب والا پہنچا اور نہ کوئی مشرق والا پہنچا، نہ شمال والا پہنچا اور نہ جنوب والا؛ بلکہ سرکار دو عالم ﷺ کی نعلین مبارک جہاں تک پہنچی ہے وہاں تک کسی فرشتے کی بھی رسائی نہیں ہوئی۔

ارے فرشتے کی رسائی کیسے ہوتی؛ جبکہ وہاں تک جبریل امین علیہ السلام کا وہم و گمان بھی نہیں

پہنچا۔

عارف شاہ جہاں پوری کہتا ہے:

شہر بطحا شب میں اسرا میں اکیا جانے کہاں پہنچے
زمیں سے تا فلک پہنچے مکاں سے لا مکاں

وہاں تک ان کے نعلین مبارک کی رسائی ہے جہاں ممکن ہے جبرائیل کا وہم وگمان پہنچے۔

اب آیئے آئے سرکار کے احسانات کا کچھ ذکر سنیئے سرکار کا وجود گویا ہر چیز کا وجود، سرکار کا احسان ہے ،تو جس طرح عالم کے وجود میں سرکار واسطہ بنے ہوئے ہیں ،نویں پارے کی آیت ''واذ اخذ ربك الخ''کی تفسیر دیکھ لیجیے اس کے اندر یہ ذکر ہے کہ ازل کے اندر اللہ نے تمام مخلوق سے سوال کیا ''الست بربکم'' کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ سوال کے اوپر ایک خاموشی کا عالم طاری تھا کوئی جواب نہیں دے رہا تھا،تو سرکار نے آگے بڑھ کر جواب دیا''بلیٰ'' کیوں نہیں! بلا شبہ آپ ہی ہمارے رب ہیں،سرکار کے اس جواب کو سن کر انبیاءؑ نے جواب دیا''بلیٰ'' کہا اور اس کے بعد تو لفظ ''بلیٰ'' کا شور اٹھا،یعنی پوری مخلوق پکار اٹھی کہ ''بلیٰ''اس سے معلوم ہوا کہ توحید کا درس عوام کو کیا! انبیاءؑ کو بھی سرکار نے دیا کہ ''بلیٰ''کہ آپ کے بھلا کہنے پر تمام انبیاء نے ''بلیٰ'' کہا: ہاں! اور پھر دیگر تمام مخلوق نے کہا ہاں! حاصل یہ نکلا تمام مخلوق اپنے وجود میں سرکار دو عالم ﷺ کی محتاج ہے یعنی آپ کے واسطے سے ان کو وجود ملا ہے،ٹھیک اسی طرح توحید و رسالت و معرفت میں بھی سرکار دو عالم ﷺ کے محتاج ہیں، دوسری تمام امتوں پر آپ کے دو عظیم الشان انعام ہیں،ایک مادی

انعام ہے اور دوسرا روحانی ہے یعنی ہے معرفت خداوندی۔

اب سرکار کی ان راتوں کو یاد کیجیے کہ سرکار دو عالم ﷺ بستر مبارک پر آرام فرما رہے ہوتے اور دفعتاً یہ آیت یاد آتی تو اپنے بستر مبارک کو چھوڑ دیتے تھے اور روتے روتے اور امت کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہوئے پوری رات گزار دیتے، اور خصوصی دعا یہ تھی آپ کو بھی معلوم ہو جانا چاہیے، تمام انبیاء کرامؑ کے واسطے ایک دعا ضرور قبول ہوتی ہے کہ جو مانگو وہ مل جائے، تمام انبیاء کرامؑ نے اس دعا کا استعمال اس دنیا میں کر دیا؛ مگر شفیع المذنبین ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے اس دعا کو محفوظ رکھا ہے جب میدان قیامت میں سورج کی گرمی بے حد ہوگئی اور انبیاء کرام "نفسی نفسی" پکاریں گے، اور میری امت بے چین ہوگی تو اللہ کے حضور میں سجدہ کروں گا اور خدا کی ایسی حمد و ثنا کروں گا کہ ایسی حمد و ثنا اولین و آخرین میں کبھی کسی نے نہ کی ہوگی، نہ کبھی کوئی کر سکے گا، حکم ہوگا اے محمد! سر اٹھاؤ! مانگو، جو مانگو گے وہ دیا جائے گا، سفارش کرو تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی، تو میں سجدہ سے سر اٹھاؤں گا اور میں امت کے لیے شفاعت کروں گا اس دعا کا اسی وقت استعمال کروں گا۔

آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ سرکار ہی وہ پہلے انسان ہوں گے جو سب سے پہلے سجدہ کریں گے اور آپ ہی سب سے پہلے سجدہ سے سر اٹھائیں گے اور آپ ہی سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے، یہ شرافت نہ حضرت آدمؑ کو حاصل ہوگی اور نوحؑ کو اور نہ موسیٰؑ کو اور نہ عیسیٰؑ کو نہ ابراہیمؑ کو حاصل ہوگی، اگر حاصل ہوئی تو شفیع المذنبین ﷺ کو حاصل ہوئی اس کے باوجود امت کو نہیں بھولیں گے۔

چنانچہ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ جب سورۃ الضحیٰ نازل ہوئی اور اس میں یہ آیت نازل ہوئی ''ولسوف يعطيك ربك فترضى'' آپ کو آپ کا رب اتنا کچھ دے گا کہ آپ راضی ہوجائیں گے تو سرکار نے فرمایا: ''فلن ارضى حتى لا يكون احد من امتي في جهنم'' جب تک میری امت کا ایک آدمی بھی جہنم میں ہوگا میں راضی نہ ہوں گا۔

حضرات انصاف سے کام لیجیے اور اندازہ لگائیے اللہ کے رسول کو اس امت کے ساتھ کتنی شفقت تھی اور حقیقت یہ ہے کہ سرکار کی محبت وشفقت کو کوئی آدمی کیسے بیان کرسکتا ہے، لہذا اب کملی والے کی زبان سے سنئے! سرکار کو اپنی امت کے ساتھ کتنی محبت ہے اس کو سرکار نے ایک مثال دے کر سمجھایا۔

فرمایا کہ میری مثال یوں سمجھو کہ ایک آدمی ہے جس نے بڑی آگ روشن کی اور آپ جانتے ہیں کہ جب آگ روشن ہوتی ہے اور جب رات کا وقت ہوتا ہے تو پروانے آگ میں آکر گرتے ہیں، اس نے آگ روشن کی اور جب اس میں پروانے گرنے لگتے تو یہ شخص کوشش کرتا ہے کہ ان کو کسی طرح بچالے وہ بچانا چاہتا ہے؛ مگر وہ پروانے اس میں گرتے ہی چلے جاتے ہیں، سرکار فرماتے ہیں اس طرح سمجھو کہ اللہ تعالی نے جہنم کی آگ روشن کی ہے اور تم ہو کہ گناہ کرکے اس میں گرتے چلے جاتے ہو؛ اس لیے کہ آج اگر آدمی نے گناہ کیا تو کل قیامت میں اس کے نتیجے میں جہنم میں گرنا ہے، اور میں تمہاری کمر پکڑ پکڑ کر جہنم سے اس طرح بچاتا ہوں جس طرح وہ آدمی پروانوں کو آگ میں گرنے سے بچاتا ہے، حضرت! میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا گرتے پروانے کو آگ سے بچانا آسان کام ہے؟

اب تک سرور کائنات ﷺ کے احسان کے متعلق کچھ گفتگو سنی، اب سرکار کے عفو کے متعلق کچھ گفتگو سنو! طائف کے واقعے کو یاد کرو کہ جسم مبارک لہولوہان کیا گیا؛ مگر دعا کررہے ہیں ''اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون''

اسی پر بس نہیں، غزوہ بدر کو یاد کرو! کتنے مسلمان تھے 313 اور کفار 1000، کفار کے پاس کھانے پینے کی کوئی کمی نہیں، ناچنے کے لیے لڑکیاں، اور کفار نے اتنا چندہ کیا اتنا چندہ کیا کہ پورے عرب کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیجیے، اتنا چندہ عرب میں کبھی نہیں ہوا، خیر خدا نے حق اور باطل کی دونوں جماعتوں کو ٹکرا دیا، اور یہ عجیب بات ہے کہ جہاں دنیا سمجھتی ہے آج دنیا سے اسلام مٹ جائے گا خدا وہیں سے اسلام کو زندہ کرتا ہے، دیکھیے! جب فرعون نے موسیٰؑ کے ساتھ مقابلہ کیا، جادوگروں کو جمع کیا اور انہوں نے آکر اپنی رسیوں اور لاٹھیوں کو زمین پر ڈالا اور اپنا جادو چلایا تو رسیاں اور لاٹھیاں سانپ کی صورت میں آنے لگیں اور پورا میدان سانپوں سے بھر گیا، دنیا نے سمجھ لیا کہ آج اسلام کی جڑ کٹ جائے گی اسلام دنیا سے ختم ہوجائے گا، تو اللہ نے موسی ''الق عصاک'' کا حکم دیا، ڈرتے کیوں ہو، اپنی لاٹھی ڈالو چنانچہ موسیٰؑ نے اپنے عصا کو ڈال دیا وہ ایک بہت بڑا سانپ بن گیا اور تمام سانپوں کو نگل گیا، جادوگر یہ دیکھ کر سجدے میں گر گئے اور پکارا ''امنا برب ھارون وموسی'' ہم تو ہارون اور موسی کے رب پر ایمان لائے تو دیکھیے! خدا نے ایسے وقت اسلام کو زندہ کیا کہ جب دنیا یہ سمجھ رہی تھی کہ آج اسلام ختم ہوجائے گا۔

ٹھیک اسی طرح غزوۂ بدر کا حال ہے کہ دنیا نے سمجھ لیا تھا کہ آج دنیا سے اسلام

مٹ جائے گا حتی کہ خدا کا پیارا رسول ﷺ اپنے خیمے میں مٹی کے اوپر سر کو سجدے کی حالت میں رکھ کر دعا مانگ رہا تھا کہ اللہ! ان 313 ستاروں کو بہت محنت سے چمکایا ہے؛ الٰہی! آج تو نے اگر ان کو کامیاب نہ کیا تو قیامت تک کوئی روئے زمین پر تیرا نام لینے والا نہیں ہوگا؛ لیکن خدا نے وہیں سے اسلام کو زندہ کیا؛ چنانچہ خدا نے دونوں جماعتوں کو ٹکرا دیا، تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ ستر قید ہو گئے اور ستر مارے گئے، اب اللہ کے رسول ﷺ نے دو خیمے بنائے ایک اپنے لیے اور ایک قیدیوں کے لیے، رات ہو گئی اور تمام لوگ سو گئے تو ایک صحابیؓ اٹھے، سوچا کہ دیکھوں! اللہ کے رسول ﷺ کیا کر رہے ہیں؟ خیمے کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ پردہ پڑا ہوا ہے، پردہ اٹھایا تو دیکھا کہ اللہ کے رسول ﷺ کروٹیں بدل رہے ہیں، اندر گئے پیشانی مبارک پر ہاتھ رکھا اور کہا: اللہ کے رسول آپ پر میرے ماں باپ قربان! آپ تھوڑی دیر کے لیے سو جائیں آپ کی صحت خراب ہوگی، فرمایا: مجھے کیسے نیند آئے جبکہ میرے کان میں ان قیدیوں کے کراہنے کی آواز آرہی ہے، قیدیوں میں عباس بھی ہیں، اس کی وجہ سے آپ کو تکلیف ہوئی ہوگی، جلدی سے گئے اور جا کر ان کو کھول دیا اور دوڑے دوڑے آئے، اب دیکھیں! پردہ اٹھا کر دیکھا، پہلے کروٹیں بدل رہے تھے، اب تڑپ رہے ہیں جیسے کہ مچھلی پانی کے بغیر تڑپ رہی ہے، اندر گئے پیشانی مبارک پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: آپ تھوڑی دیر آرام فرما لیجئے اور آپ کو جس وجہ سے تکلیف ہو رہی ہے، وہ کام میں نے پورا کر دیا پوچھا: کیا تمام کی بیڑیاں کھول دیں؟ تو صحابیؓ نے فرمایا: حضور تمام کی بیڑیاں میں کیسے کھول دوں! جب کہ ان قیدیوں میں وہ بھی ہیں جنہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کو

تیرہ سال تک سونے نہ دیا، ان کے راستے میں کانٹے بچھائے، گالیاں دیں، پتھر برسائے اور حضرت بلال کو گرم گرم ریت پر لٹایا، یہ سننا تھا کہ ہچکیاں آنے لگیں، آنکھوں سے آنسو گرنے لگے، داڑھی مبارک آنسو سے تر ہو گئی اور آنسو دامن پر گرنے لگے گے، پورا دامن مبارک تر بتر ہو گیا اور ہچکیاں لے کر فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! دنیا کا کوئی بھی انسان دکھی ہو، محمد کو چین سے نیند نہیں آسکتی، کیا فرمایا کوئی انسان، ان میں تمام انسان آگئے ہندو بھی، سکھ بھی، عیسائی بھی، اس پر بس نہیں، آگے چلتے چلیے، غزوہ احد کو یاد کیجئے! دشمنوں نے اتنے پتھر برسائے کہ سرکار کی پیٹھ مبارک زخمی ہو گئیں دو دندان مبارک شہید ہو گئے، خون گرنے لگا۔ سرکار کبھی اپنے ہاتھ سے خون پوچھتے تھے اور کبھی اپنے دامن مبارک سے پوچھتے تھے، ایک صحابیؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان! خون گرے تو گرنے دو، آپ کا ہاتھ مبارک خراب ہوگا، آپ کا دامن مبارک خراب ہوگا، تو فرماتے ہیں کہ میں اپنے خون کو اس لیے زمین پر گرنے نہیں دیتا کہ اگر میرے خون کا ایک قطرہ بھی زمین پر گرا تو خدا کے غضب کو جوش آئے گا اور یہ بے چارے دشمن ہلاک ہو جائیں گے، بے چارے کس کو کہا، ان کو جنھوں نے 13 سال اللہ کے رسول کو چین سے سونے نہیں دیا، آپ کے راستے میں کانٹے بچھائے۔ گالیاں دیں، پتھر برسائے، آپ کے سر مبارک پر کوڑا کرکٹ ڈالا اور اونٹوں کی اوج رکھی، حضرت بلال حبشیؓ کو گرم گرم ریت پر لٹایا۔

اور اس پر موقوف نہیں، آگے پڑھتے چلیے فتح مکہ کو یاد کیجئے! ہجرت کا آٹھواں سال

تھا اور رمضان المبارک کی دسویں تاریخ تھی اللہ کے رسول ﷺ صحابہ کرام ؓ کے لشکر جرار کو لے کر مکہ کی طرف نکلے اور مکہ سے اتنے قریب آ گئے کہ صرف ایک منزل باقی رہ گئی، تو لشکر نے سرکار کے حکم کے موافق پڑاؤ ڈالا، اور آپ کے حکم سے فوج نے الگ الگ جگہ پر آگ روشن کی، کفار قریش کو لشکر آ جانے کی خبر ہوئی تو انھوں نے تحقیق کے لیے ابوسفیان کو بھیجا، یہ تحقیق کرتے ہوئے لشکر کے قریب پہنچے تو جو دستہ نبی ﷺ کے خیمے کی حفاظت کرتا تھا اس نے ان کو گرفتار کر لیا، حضرت عمر ؓ جذبہ انتقام میں آگے بڑھے اور بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ کفر کی جڑ کاٹنے کا وقت آ گیا، حکم دیجیے! میں ابوسفیان کی گردن اڑا دوں! دوسری طرف حضرت عباس نے جان بخشی کی درخواست کی، تو حضرت عمر ؓ نے دوسری مرتبہ درخواست کی، حضرت عباس ؓ نے فرمایا: اے عمر! اگر یہ آدمی تمہارے اپنے قبیلے کا ہوتا تو آپ اس قدر سختی نہ کرتے، تو حضرت عمر ؓ نے جواب دیا آپ ایسا نہ کہوا ے عباس ؓ! آپ جس روز اسلام لائے تھے تو مجھے اتنی خوشی ہوئی تھی کہ اگر میرا باپ خطاب ایمان لاتا تو مجھے وہ خوشی نہ ہوتی۔

ایک طرف تو یہ مناظرہ ہو رہا تھا اور دوسری طرف ابوسفیان کے پچھلے تمام کارنامے سرکار دو عالم ﷺ کی نظر کے سامنے تھے، اسلام کی عداوت بار بار مدینہ پر حملہ کرنا، قبائل عرب کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکانا، سرکار دو عالم ﷺ کو قتل کرانے کی خفیہ تدبیر کرانا، ان کی ایک ایک چیز ابوسفیان کے خون کا بدلہ ہو سکتی تھی؛ مگر ان تمام سے پرے ایک چیز تھی، اور وہ عفو نبی تھا، جس نے آگے بڑھ کر ابوسفیان کے کان میں کہا: ارے ابوسفیان! گھبرانے کی ضرورت نہیں، بخاری شریف کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ گرفتار ہوتے ہی ابوسفیان

نے اسلام قبول کرلیا؛ مگران کا اسلام قبول کرنا دل سے نہیں تھا، ظاہری تھا، گوکہ بعد میں سچے اور پکے مسلمان ہو گئے تھے، حکم دیا: ابوسفیان کو پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا کر دیا گیا اور اسلامی دستہ ایک کے بعد ایک نکلنے لگا اور ابوسفیان مرعوب ہوتے جاتے تھے، پھر بعد میں انصار کا دستہ بڑے زوروشور سے نکلا اس کو دیکھ کر حضرت ابوسفیان حیران ہو گئے اور پوچھا کہ یہ کون ہے؟ حضرت عباس ؓ نے جواب دیا کہ اس دستہ کے سردار ایک انصار نوجوان جن کا نام سعد بن عبادہ ہے، جب ان کے نظر حضرت ابوسفیان پر پڑی تو خوشی میں پکار اٹھے، "الیوم یوم الملحمہ الیوم تستحل الکعبہ" کہ آج تو لڑائی کا دن ہے، آج خوب لڑیں گے، اور آج تلوار کے جوہر بھی کھلائیں گے اور آج تو کعبہ میں بھی لڑیں گے، یہ کہتے ہوئے آگے نکل گئے، سرکار دستہ کے آخر میں تھے جب ابوسفیان کی سرکار دوعالم ﷺ کے جمال مبارک پر نظر پڑی تو پکار اٹھے سعد کیا کہتے ہیں؟ چنانچہ ان سے جھنڈا چھین لیا گیا اور ان سے لے کر سرکار نے جھنڈا ان کے بیٹے کو دے دیا، اور فرمایا: بیٹے تمہارے باپ نے اعلان کیا تھا، بیٹے تم جاؤ اور اعلان کرو کہ آج رحم کا دن ہے آج جتنی خطائیں کی، اس پر اتنی ہی عطائیں کی جائیں گی، دیکھا آپ نے! کیا تھی رسول اللہ کی سیرت، آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اس کو امان ہوگا، جو ہتھیار ڈال دے اس کو بھی امان ہوگا، جو کعبہ میں داخل ہو جائے اس کو امان ہوگا، جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر دے اس کو امان ہوگا۔

فتح مکہ ہو چکا تو آپ نے ایک خطبہ دیا اس میں توحید و رسالت کے ذکر کے بعد خصوصیت سے سادات کا ذکر کیا اور یہ آیت تلاوت فرمائی "یا ایھا الناس اتقوا ربکم الذي

خلقکم من نفس واحدہ الخ" اور آپ نے بتلایا کہ سب آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے ہیں؛ لہذا کسی کو کسی پر فضیلت نہیں ہے، ہاں! فضیلت ہے تو تقویٰ سے ہے، خطبہ کے بعد آپ نے نظر ڈالی قریش کے ظالموں پر، ان میں یہ بھی تھے جنہوں نے اللہ کے رسول کو 13 سال تک چین سے سونے نہیں دیا، آپ کے راستوں میں کانٹے بچھائے، اور آپ کے سر مبارک پر اونٹ کے اوج لا کر رکھی اور بلال حبشی کو گرم ریت پر لٹایا اور آپ نے ایک نظر عفو بھری اس پر ڈالی، اور غضب کے لب و لہجے میں فرمایا: تم جانتے ہو کہ میں کون ہوں؟ اور میں تمہارے ساتھ کیا معاملہ کرنے والا ہوں، یہ لوگ اگر چہ ظالم تھے۔ شقی تھے؛ مگر عرب کا حافظہ تو ضرب المثل ہے، پکار اٹھے، یوسف کے بھائیوں کا جواب ہے" اخ کریم وابن اخ کریم" شریف بھائی ہے اور شریف برادر زادہ ہے، "لا تثریب علیکم الیوم اذھبوا فانتم الطلقاء" آج تمہاری کوئی گرفت نہیں چلے جاؤ تم آزاد ہو۔

جس طرح مردوں کے ساتھ سرکار نے رحم و کرم کا فرمایا اسی طرح عورتوں کے ساتھ بھی رحم فرمایا، ابوسفیان کی بیوی ہندہ بھی آئی، یہ وہی ہے جس نے آپ کے چچا سید الشہداء حضرت حمزہؓ کو قتل کر دیا اور انکے سینے کو چاک کیا، ان کے جگر کو کچا چبایا، بیعت لینے کا وقت آیا تب بھی گستاخانہ کلام کیا، سرکار نے فرمایا کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، بولی: میرے شوہر ابوسفیان کے مال میں سے دو چار آنے میں لے لیتی ہوں، معلوم نہیں کہ یہ جائز ہے کہ نہیں، سرکار نے فرمایا: اپنی اولاد کو قتل مت کرنا بولی: ہم نے تو بڑی محنت سے بچوں کو پالا، آپ نے غزوہ بدر میں ان کو مار ڈالا، اب آپ جانو اور وہ جانے، سرکار نے ایسی گستاخی

کرنے والی کو معاف کردیا، یہ تو آپ کے عفو اور رحم و کرم کا معاملہ کھلے دشمنوں کے ساتھ تھا، اب یہ بھی سنو کہ آپ نے آستین میں چھپ کر رہنے والے سانپوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا، یعنی منافقوں کے ساتھ سرکار نے کیا معاملہ کیا، جب سرکار غزوہ تبوک سے لوٹے تو آپ ایک گھاٹی سے گزر رہے تھے تو چند ساتھیوں نے چاہا کہ آپ کو اونٹنی سے گرا دیں اور آپ کو قتل کر دیں، اور اس خبیث ارادے کو لے کر آئے تھے، ایک صحابی نے ان کو دیکھ لیا ان کی بات چیت کو سن لیا تو وہ صحابی "الیکم یا عدو اللہ" کہہ کر کود پڑے اور تمام کو متفرق کر دیا، جب انہوں نے اللہ کے پیارے رسول ﷺ کے ساتھ ایسا معاملہ کیا تو خدا کے غضب کو جوش آیا، سرکار کو تمام کے نام بتا دیئے اور یہ آیت نازل ہوئی، فرماتے ہیں "ان تستغفر لھم سبعین مرہ فلن یغفر اللہ لھم" کہ اگر آپ ان منافقوں کے واسطے ستر مرتبہ بھی مغفرت چاہیں تو بھی اللہ معاف کرنے والا نہیں، ایک طرف خدا کا جلال ہے اور دوسری طرف اللہ کے پیارے رسول کا جمال ہے، سرکار نے فرمایا: اگر ستر مرتبہ سے زیادہ مغفرت چاہنے سے ان کی مغفرت ہو سکتی ہے تو میں ستر مرتبہ سے زیادہ مغفرت طلب کروں گا، لیکن خدا کا جلال دیکھیے کہ آیت نازل ہوئی "سواء علیھم استغفرت لھم ام لم تستغفر لھم" چاہے آپ ان کے لیے مغفرت چاہو یا نہ چاہو، اللہ ان کو ہرگز معاف کرنے والے نہیں ہیں۔

ان منافقوں کے سردار دار عبداللہ بن ابی اس نے ایک موقع پر انصار کو مہاجرین کے خلاف بھڑکایا اور آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کی، جب سرکار کو اس کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا، یہ جیسا پکا منافق تھا تو ان کا بیٹا جن کا نام عبداللہ ہے

پکے مسلمان تھے، جب آپ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا تو یہ سمجھے کہ سرکار ان کے باپ کے قتل کا حکم دینے والے ہیں، تو یہ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ حضور آپ پر میرے ماں باپ قربان! دنیا جانتی ہے کہ میں باپ کا کس قدر خدمت گزار ہوں، اگر آپ میرے باپ کے قتل کا حکم دینے والے ہیں تو مجھے حکم دیجئے گا، سر لا کر حاضر کروں، کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کسی دوسرے کو حکم دیں اور میں باپ کی محبت کی وجہ سے قاتل کا خون کر دوں؛ اگر حکم دینے والے ہو تو مجھے ہی حکم دیں، یہ اسلام کی محبت ان کو بلوا رہی تھی، باپ کا سر لانے کے لیے تیار ہو گئے؛ مگر رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: نہیں میں قتل کا حکم دینے والا نہیں ہوں؛ بلکہ میں اس کے ساتھ رحم وکرم کا معاملہ کروں گا؛ چناں چہ سرکار نے اپنا فرمان سچا کر دکھایا، جب یہ منافقین کا سردار مرا، تو سرکار نے اپنا کرتۂ مبارک کفن کے واسطے دیا اور جنازہ کی نماز پڑھی، تو خدا کا جلال دیکھیے فرمایا: ان منافقوں سے میں سے کسی پر بھی نماز نہ پڑھو، اور کبھی ان میں سے کسی کی قبر پر مت کھڑے رہو۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین: